اہل تشیع اور اہل السنت والجماعت کے مابین مسائلِ میراث میں تطبیقات وتفریقات: ایک تحقیقی جائزہ

منزہ خان*

ڈاکٹر راشدہ پروین**

Abstract

Islam is a complete code of life which provides us guidance and awareness in all fields of life. Amongst the Islamic science, law of inheritance is the most important one. Its importance can be assessed from the very fact that it is that science which has been discussed in detail by Allah in Quran.(Shares of all relatives etc. have been specifically identified in Quran). Through this science Islam has facilitated all of the heirs to receive their shares as per their proportions equally without any distinction on the basis of social position i.e. poor or rich any other consideration. However "here are a few commandments of Islamic science of inheritance regarding which different points of views have been presented by Shia'a sect as compared to that of Ahl-e-sunnat Wal-Aljumaat e.g: Awal (a kind of slaves) Ta'aseeb i.e. the relatives from father side, the inheritance of elder son, of the widow 'and the grand son from daughter side. In this article we are going to discuss all of the details regarding the disputed points along with the issues on which these two sects have agreed (do not have any difference).

Key Words: Islamic Sciences, Law/Science of Inheritance, Disputed Points, Heirs, Ahl-e-Sunnat, Shia'a

اسلام دین فطرت ہے جس میں بنی نوع انسان کے لئے مکمل راہنمائی ہے جو ہر دور اور طبقہ کے لوگوں کے لئے قابل عمل ہے اور راہ ہدایت دکھاتا ہے۔اسلام نے ایسے قوانین وضوابط

* ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان۔

** چیئرپرسن، شعبہ علوم اسلامیہ، ویمن یونیورسٹی مردان۔

متعین کئے جس نے ہر معاملہ میں چاہے کوئی کمزور ہو یا قوی، چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت سب کو انصاف مہیا کیا اور اس کی وضاحت قرآن وحدیث سے کی ۔چنانچہ اسی طرح وراثت کی تقسیم کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے سب کو عدل وانصاف مہیا کیا اور صاحب حق کو اس کا حق دیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، کمزور ہو یا طاقتور تقسیم ترکہ کے وقت کسی بھی مستحق رشتہ دار کو محروم نہیں رکھا۔

دنیا کے تمام علوم میں علم الفرائض ہی ایک ایسا علم ہے جس کے احکام اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں بیان فرمائے جس سے اس علم کی فضیلت واہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔البتہ علم الفرائض کے چند مسائل ایسے ہیں جن میں اہل السنت والجماعت اور اہل تشیع کے مابین اتفاق ہے یا ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہر حال زیر بحث عنوان میں ہم اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کے مابین مسائل میراث میں تطبیق اور تفریق کا جائزہ لیں گے پہلے تطبیق اور پھر تفریق کے حوالے سے بحث ہو گی لیکن اس سے پہلے ہم دونوں فرقوں کی تقسیم ترکہ کے طبقات ذکر کریں گے کہ دونوں فرقوں نے رشتہ داروں کی تقسیم کس طرح کی ہے کہ کون سا وارث کس وارث سے درجہ میں اولیٰ ہے اور کون سے ورثاء کی موجودگی میں دوسرے رشتہ دار محروم ہوتے ہیں؟

اہل تشیع کی تعریف

عربی زبان میں شیعہ کا لفظ دو معنی رکھتا ہے۔ پہلا کسی بات پر متفق ہونا اور دوسرا کسی شخص کا ساتھ دینا یا اس کی پیروی کرنا۔قرآن میں کئی جگہوں پر یہ لفظ اس طرح آیا ہے جیسے

﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ﴾[1]

"اوران کے گروہ میں سے ابراہیم بھی تھے"۔

"جمع ہے جس کا معنی پیروکار ہے۔ عربی ماہرین لغت کا کہنا ہے کہ لفظ شیعہ لغت میں، ایسے گروہ کو کہا جاتا ہے کہ جن کے ذریعے انسان کا پشت مضبوط ہوتا ہے۔اور جو گروہ ایک واحد کام کے لئے نکلے اسے شیعہ کہتے ہیں"۔[2]

اصطلاحی تعریف

شیعہ اہل سنت کے بعد دین اسلام کا دوسرا بڑا مذہب ہے۔عدل و امامت شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد یعنی اصول دین میں سے ہیں۔

شیعہ مذہب گذر زمان کے ساتھ مختلف فرقوں میں تقسیم ہوا جن میں سے اہم ترین اسماعلیہ،زیدیہ اور امامیہ ہیں۔

اہل تشیع کی وراثت کے طبقات

(1) **پہلا طبقہ**:۔ ماں،باپ،اولاد اور اولاد کی عدم موجودگی میں اولاد کی اولاد جہاں تک چلے جائیں،اولاد کی اولاد بھی اولاد کہلائے گی لہٰذا طبقہ اولیٰ میں اس کا شمار ہوگا۔اور ہر درجہ میں قریب کی موجودگی بعید کے لئے وراثت سے مانع ہوگی۔[3]

(2) **دوسرا طبقہ**:۔ بہن،بھائی اور دادا،دادی اور ان کی عدم موجودگی میں باپ کا دادا،دادی اور نانا،نانی۔ان کے اور میت کے درمیان ایک ہی واسطہ ہے اور وہ ماں،باپ کا ہے۔ماں،نانی کو اور باپ دادا،دادی کو ملاتا ہے اور یہی دونوں بھائی،بہنوں کو ملاتا ہے میت سے،پس بھائی،بہن کی عدم موجودگی میں ان کی اولاد نیچے تک بھائی،بہن کے قائمقام ہوں گے۔لیکن یہاں بھی الاقرب فالاقرب کا قاعدہ ہوگا۔[4]

(3) **تیسرا طبقہ**:۔ چچے،ماموں اور ان کی بہنیں ان کو میت سے دو واسطوں کے ذریعے سے قرب حاصل ہے،ایک ماں اور باپ کا واسطہ اور دوسرا دادا،دادی اور نانا،نانی کا واسطہ۔اس طبقہ میں ماموں اور اس کے بہنوں میں اپنا حصہ برابر تقسیم ہوگا۔وہ بھائی اور بہنیں جو باپ کے اخیافی بھائی،بہن ہیں حصہ میں برابر کے شریک ہیں۔اور قریب کی موجودگی بعید کے لئے مانع ہوگی۔[5]

اہل السنت والجماعت کی تعریف

اہل السنت والجماعت سے مراد وہ جماعت اور طبقہ ہے جو آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے والا صحیح عقیدہ کا حامل اور صحابہ اور رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع کرنے والا ہو جیسا کہ آپ ﷺ نے ماانا علیہ واصحابي (جس راستہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں) کہہ کر اہل سنت والجماعت کی تعریف اور ان کو پرکھنے کی کسوٹی متعین فرمادی ہے [6]۔

اہل السنت والجماعت کے طبقات

(1) <u>ذوی الفروض</u>:۔میت کے وہ رشتہ دار جن کے حصے قرآن وحدیث میں مقرر ہوں ذوی الفروض کہلاتے ہیں۔دلیل سورۃ النساء کی آیات 176،12،11 ہیں۔

﴿يُوْصِيْكُمُ اللهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَاۗءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللهِ ۭ اِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِـيْمًا﴾[7]

"اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر اولاد میت صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو) دو سے زیادہ تو کل ترکے میں ان کا دو تہائی۔اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اس کا حصہ نصف۔اور میت کے ماں باپ دونوں میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصہ ہے بشرطیکہ میت کی اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کا حصہ ایک تہائی اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور یہ تقسیم ترکہ میت کی وصیت کی تعمیل کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کے (جو اس کے ذمے ہو اس کے بعد ہو گی) تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں میں فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے"۔

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙغَيْرَ مُضَاۗرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ﴾[8]

"اور جو مال تمہاری عورتیں چھوڑ جائیں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو اس میں نصف حصہ تمہارا ہے۔ اگر اولاد ہو تو ترکے میں تمہارا چوتھائی حصہ ہے۔وصیت کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض کے ادا ہونے کے بعد جو ان کے ذمے ہو، کی جائے گی۔جو مال تم (مرد) چھوڑ جاؤ اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہاری عورتوں کا آٹھواں حصہ یہ حصے تمہاری وصیت کے تعمیل کے بعد جو تم نے کی ہو،اور قرض کے بعد۔اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کے نہ باپ ہو نہ بیٹا مگر اس کے بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔اور اگر ایک سے زیادہ ہو تو سب ایک تہائی میں شریک ہونگے بعد ادائے وصیت اور قرض کے بشرطیکہ ان سے میت نے کسی کا نقصان نہ کیا ہو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اللہ نہایت علم والا (اور) حلیم ہے"۔

﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭاِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭفَاِنْ كَانَتَا اثْنَـتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭوَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَـيَيْنِ ۭ يُـبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭوَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾[9]

"آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں خود کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لئے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہو گا اگر اس کی اولاد نہ ہو۔پس اگر بہنیں دو ہوں اور انہیں کل چھوڑے ہوئے ترکے کا دو تہائی ملے گا۔اور اگر زیادہ ہیں اس سے

مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لئے مثل دو عورتوں کے حصہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بیان فرمارہاہے ایسا نہ ہو کہ تم بہک جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے"۔

ذوی الفروض کی کل تعداد بارہ ہے:

چار مرد ہیں شوہر، باپ، دادا، اخیافی بھائی۔

آٹھ عورتیں ہیں بیٹی، پوتی، بیوی، ماں، دادی، حقیقی بہن۔ علاتی بہن۔ اخیافی بہن

(2)عصبات: میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کا حصہ قران و حدیث میں متعین نہیں ہے بلکہ وہ تنہا ہونے کی صورت میں تمام اور ذوی الفروض کی موجودگی میں باقی ماندہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں۔

دلیل:۔عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺقال الحقوا لفرائض باھلھا فما بقی فھو لاولی رجل ذکر[10]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" حصے حصہ دار کو پہنچادو اور جو باقی بچے وہ قریبی رشتہ دار مرد کے لئے ہے۔

(3)ذوی الارحام: میت کے وہ رشتہ دار جن کا حصہ نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں اور نہ اجماع سے طے پایا ہو اور نہ وہ عصبات ہیں۔ جیسے پھوپھی، خالہ، ماموں، بھانجا اور نواسہ۔

دلیل:﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ﴾[11]

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾[12]

"ماں باپ اور رشتہ دار کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی (جو مال ماں باپ اور اقارب چھوڑ کر مریں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اس میں) حصہ مقرر کیا ہوا ہے"۔

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ ذوی الارحام بھی اصحاب الفرائض اور عصبات کی طرح اقارب میں داخل و شامل ہیں۔

احادیث سے استدلال

عن طاؤس عن عائشة قالت،الله ورَسُولهُ مولٰی من لا مولٰی له والخالُ وارثُ مَن لَا وَارِثَ له[13]

سیدنا عائشہ نے فرمایا جس کا کوئی حمائتی نہیں،اس کا حمایتی اللہ اور اس کا رسول ہے اور جس شخص کا کوئی وارث نہ ہو اس کا وارث ماموں ہے۔

عن ابراهیم قال من ادلی برحم اُتی برحمة التی یدلی بها[14]

ابراہیم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا جو شخص کسی کے ذریعے سے میت تک پہنچتا ہے اس کو اسی رشتے کے مطابق ملے گا جس کے ذریعے وہ پہنچتا ہے۔

حصہ تطبیق

مسائل میراث میں سے بعض ایسے مسائل ہیں جن میں اہل تشیع اور اہل السنت و الجماعت کے درمیان یا تو اتفاق ہے یا اختلاف پایا جاتا ہے پہلے ہم دونوں فرقوں کے تطبیقات (اتفاقات) ذکر کریں گے جس سے ہمیں یہ معلوم ہو گا کہ مسائل میراث میں کون کون سے مسائل ایسے ہیں جن میں دونوں فرقوں کے درمیان اختلاف نہیں ہے۔

تطبیق:1۔للذکر مثل حظ الانثیین

اسلام میں مرد کا حصہ عورت کے حصے سے دوگنا کیوں مقرر فرمایا اس کے متعلق امام علی رضا سے بذریعہ خط و کتابت دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

1۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ نکاح کے وقت عورت کے لئے حق مہر فرض کیا گیا ہے جو مرد کے لئے نہیں ہے بلکہ اسے دینا پڑتا ہے لہذا خدا نے مرد کو اس مقام پر زیادہ دے دیا۔[15]

2۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد پر عورت کا نفقہ واجب ہوا کرتا ہے اور مرد خواہ محتاج اور نادار بھی ہو عورت پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہوتا۔ پس خدا نے اس مقام پر مرد کو زیادہ حصہ دے دیا تا کہ اخراجات کا بوجھ اس سے ہلکا ہو جائے۔[16]

3۔ تفسیر برہان میں کافی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ ابن ابی العوجاء نے یہ اعتراض کیا کہ عورت باوجود یہ کہ کمزور وناتواں ہوا کرتی ہے اس کا حصہ قران مجید میں مرد سے نصف مقرر کیا ہے حالانکہ مرد خود کما بھی سکتا ہے لہٰذا عقل کے لحاظ سے مرد کی نسبت عورت کو زیادہ دینا چاہیئے تھا ورنہ کم از کم مساوات تو ہوتی پس جعفر صادق کے سامنے یہ سوال دہرایا گیا تو آپؑ نے فرمایا عورت پر نہ جہاد واجب ہے نہ نفقہ نہ اس پر کسی قسم کی دیت وغیرہ کا خرچ ہے اسی مصلحت کے بناء پر مرد کو عورت سے دوگنا حصہ دیا گیا ہے کہ مرد پر اخراجات کا بوجھ زیادہ ہے۔[17]

اہل السنت والجماعت کا موقف

اہل السنت والجماعت کہتے ہیں یہ قرآن کا صریح حکم ہے۔

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾

اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

چند حکمتیں اور مصالح

اس کے علاوہ اس میں چند حکمتیں اور مصالح ہیں۔

1۔ المرأة مكفولة، وأما الرجل فهو المسؤول عن نفسه ومن يعوله[18]

عورت کی کفالت کی جاتی ہے اور مرد کے ذمے اپنی اور عیال کی کفالت کی ذمہ داری ہے۔

2۔ وقيل لأنه يتزوج فيعطى صداقا وهى تأخذ صداقا فيزيد بقدر ما يعطى ويبقى له مثل ما أخذت فيستويان[19]

ایک قول کے مطابق اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ مرد شادی کرے گا تو مہر ادا کرے گا جب کہ عورت کو مہر ملے گی تو اس اندازے کے مطابق عورت کے مال میں اضافہ ہو گا جتنا کہ مرد مہر دے گا اور مرد کے ساتھ اتنا مال باقی رہ جائے گا جتنا عورت کو میراث میں ملا ہے تو دونوں کا مال برابر ہو جائے گا۔

3۔ مال الرجل مستهلك ومال المرأة موفور[20]

"مرد کا مال استعمال ہو کر کم ہوتا رہتا ہے جب کہ عورت کا مال بڑھتا رہتا ہے"۔

مرد و عورت کی میراث میں مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر رکھنا عام حکم رکھتا ہے کیونکہ زندگی میں بیٹے کی ضروریات اور ذمہ داریاں اس کی بہن کی ذمہ داریوں سے زیادہ ہوتی ہیں کیونکہ بیٹا ہی اپنی کفالت، بیوی کی مہر، ان کی اخراجات، بچوں کے اخراجات اور غریب والدین کی کفالت کا مکلف ہے اور زندگی میں بیٹی کو ان امور میں سے کسی بھی امر کا مکلف نہیں بنایا گیا جن کا بیٹے کو مکلف بنایا گیا ہے۔

تطبیق 2:۔ فوق اثنتین

اہل تشیع کے نزدیک فوق اثنتین کے حکم میں دو بیٹیاں بھی آتی ہیں۔

"آیت مجیدہ میں فوق اثنتین کا لفظ ہے یعنی دو سے زیادہ ہو لیکن علمائے امامیہ اس پر متفق ہیں کہ دو کا حکم بھی یہی ہے۔"[21]

اہل السنت والجماعت بھی اس کے قائل ہیں کہ دو بیٹیوں کا حصہ دو تہائی ہے۔

دو بیٹیوں کا حصہ دو تہائی کے دلائل

1۔ اجماع: یعنی دو تہائی کا ثبوت اجماع سے ہے۔

قال ابن عطية: وقد أجمع الناس فى الأمصار والأعصار على أن للبنتين الثلثين[22]

ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ تمام علاقوں اور زمانوں کے علماء کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ دو بیٹیوں کا حصہ دو تہائی ہے۔

2:۔ دو بہنوں پر قیاس: ایک بہن کی بابت اللہ نے فرمایا کہ ﴿وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ﴾[23] اور دو بہنوں کے بارے میں فرمایا﴿ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ﴾[24] لہٰذا دو بیٹیوں کا حصہ بہنوں کی طرح دو تہائی ہو گیا۔ کیونکہ بہن میت کے بیٹوں سے بعید ورثاء ہے تو جب ان میں دو کو دو تہائی ملتا ہے تو بیٹیوں کو بطریقہ اولیٰ یہی حصہ ملنا چاہیے۔

3:۔قرآن سے دلیل: آیت ہی سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ دو بیٹیوں کا حصہ دو تہائی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾[25]۔

کم سے کم اجتماع ایک بیٹا اور ایک بیٹی کی ہو سکتی ہے۔لہٰذا ایک بیٹی کا حصہ ایک بیٹے کی موجودگی میں ایک تہائی بنتا ہے کیونکہ دو تہائی اس کے بھائی کو ملے گا تاکہ مذکر کو دو مونث کے برابر حصہ ملے۔تو جب اس بیٹی کے ساتھ اور بھی بیٹی ہو تو بطریقہ اولیٰ اس کو ثلث ملنی چاہئے لہٰذا جب ایک کو بھی تہائی ملے اور دوسرے کو بھی تو اس طرح دو بیٹیوں کا حصہ دو تہائی ہو جائے گا[26]۔یہ قول قاضی اسماعیل اور ابو العباس المبرد کی ہے۔[27]

حدیث سے استدلال

رسول اللہ ﷺ نے سعد بن ربیع کی دو بیٹیوں کے لئے دو تہائی کا فیصلہ صادر فرمایا:

عن جابر رضي الله عنه قال : جاءت امرأة سعد بن الربيع فقالت : يا رسول الله هاتان ابنتا سعد الربيع قتل أبوهما معك يوم أحد شهيدا و أن عمهما أخذ مالهما فلم يدع مالا فقال : يقضى الله فى ذلك فنزلت آية الميراث فأرسل رسول الله صلى الله عليه و سلم إلى عمهما فقال : أعط ابنتى سعد الثلثين و أمهما الثمن و ما بقى فهو لك[28]

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سعد بن الربیع کی بیوی آکر رسول اللہ سے کہنے لگی یہ سعد بن الربیع کی دو بیٹیاں ہیں جن کے والد آپ کے ساتھ احد میں شہید ہوئے ان کے چچا نے ان کے مال پر قبضہ کر کے ان کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔آپ ﷺ نے فرمایا اس مسئلے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا تو میراث کی آیت نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے ان کے چچا کے پاس پیغام بھیجا اور فرمایا سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دے دو ان کی ماں کو آٹھواں دے دو جو باقی رہ جائے وہ آپ لے لو''۔

تطبیق 3:۔ شوہر کی وراثت

﴿ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ ﴾یعنی اگر عورت مر جائے اور اس کی اولاد موجود نہ ہو تو شوہر کو اس کے کل ترکہ سے نصف ملے گا اور اگر عورت کی اولاد موجود ہو تو شوہر کو اس کے ترکے سے ایک چوتھائی دیا جائے گا عورت کی وصیتوں اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔[29]

اہل السنت والجماعت کے نزدیک بھی شوہر کے دو احوال ہیں پہلی حالت میں اسے نصف حصہ ملے گا جب اس کی اولاد نہ ہو اور دلیل قرآن کی آیت﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ﴾اور دوسرا جب اولاد موجود ہو تو ربع ملے گا اور دلیل اسی آیت کا اگلا حصہ ﴿فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾[30]

تطبیق 4۔ والدین کی وراثت

شیعہ تفسیر انوار النجف میں ہے کہ اگر میت کی اولاد نہ ہو اور ورثاء میں صرف باپ ہو تو وہی تمام جائیداد کا وارث ہوگا۔ اور اگر ماں باپ دونوں ہیں تو ماں کو تہائی اور باقی مال باپ کو ملے گا۔

اسی طرح اگر میت کی اولاد بھی موجود ہو اور ماں باپ بھی تو کل ترکہ میں چھٹا، چھٹا ماں باپ کو دیا جائے گا اور باقی اولاد کو۔ مثلاً میت کے ماں باپ ہیں اور ایک لڑکا ہے تو ترکہ یوں تقسیم ہوگا۔

ماں	باپ	بیٹا
1/6 چھٹا	1/6 چھٹا	
1	1	4

اور اگر لڑکے زیادہ ہوں تو وہ سب آپس میں ترکہ کو برابر تقسیم کریں گے۔ اور اگر لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں تو ایک اور دو کی نسبت سے تقسیم کریں گے۔[31]

ماں	باپ	بیٹا	بیٹی
1/6	1/6		
1	1	2	2

اہل السنت والجماعت کے نزدیک اگر میت کی اولاد نہ ہو اور صرف باپ وارث ہو تو وہ تمام ترکے کا وارث ہوگا۔اور اگر ماں باپ دونوں ہوں تو ماں کو ثلث اول باقی سارا ترکہ باپ کو ملے گا ﴿ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ﴾

ماں	باپ
تہائی	باقی سارا ترکہ
1	2

اور اگر میت کے ماں، باپ کے ساتھ میت کا بیٹا بھی موجود ہو تو ماں، باپ دونوں کے لئے چھٹا، چھٹا حصہ ہے۔﴿ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ﴾

ماں	باپ	بیٹا
1/6 چھٹا	1/6 چھٹا	عصبہ
1	1	4

اور اگر بیٹے اور بیٹیاں دونوں موجود ہوں تو ماں، باپ کو چھٹا،﴿ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ﴾اور اولاد میں ایک اور دو کی نسبت سے ترکہ تقسیم ہوگا" ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ﴾ والی آیت کی رو سے۔[32]

ماں	باپ	بیٹا	2 بیٹی
1/6	1/6	عصبہ	عصبہ
1	1	2	2

حصہ تفریق

اس حصہ میں ہم میراث کے ان مسائل کا ذکر کریں گے جن میں اہل تشیع اور اہل السنت والجماعت کے مابین اختلاف ہے تاکہ دونوں فرقوں کا نقطہ نظر واضح ہو جائے۔

تفریق 1:۔اولاد

اہل تشیع کے نزدیک اگر میت کی اولاد صرف لڑکیاں (بیٹیاں) ہوں اور لڑکا (بیٹا) کوئی نہ ہو اور بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے حصہ کل ترکہ کا دو تہائی 3/2 ہے۔اور اگر ان کے علاوہ اس طبقہ کا کوئی اور وارث نہ ہو تو باقی جائیداد ان پر رد ہو گی۔یعنی کل جائیداد کی وارث یہی بیٹیاں ہو گی۔اور دوسرے، تیسرے طبقہ والوں کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔[33]

دلیل:﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ﴾[34]

مسئلہ 6: دو بیٹیاں 2/3	دادا محروم
4	
2 بطور رد	

اس کے برعکس اہل السنت والجماعت کے نزدیک اگر بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو دو تہائی 3/2 ملے گا، جسے وہ آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیں گی اور باقی ماندہ ترکہ عصبات کو ملے گا۔

دلیل: عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبیؐ قال الحقوا لفرائض باھلھا فما بقی فھو لاولی رجل ذکر[35]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا"حصے حصہ دار کو پہنچادو اور جو باقی بچے وہ قریبی رشتہ دار مرد کے لئے ہے"۔

مسئلہ 6: 2 بیٹیاں	دادا
2/3	1/6+عصبہ
4	1+1

تفریق 2: بڑا بیٹا

اہل تشیع کے نزدیک میت کا بڑا بیٹا اپنے باپ کے ترکے سے بطور عطیہ کے درج ذیل اشیا کا وارث ہوگا۔

1) باپ کے مخصوص کپڑے، 2) انگوٹھی 3) تلوار 4) قرآن مجید 5) باپ سے جو روزہ، نماز وغیرہ قضا ہوگئی ہے اس کی ادائیگی بڑے بیٹے کے ذمہ ہوگی۔اور باقی ترکہ میں بھی ان کا حصہ ہے۔

دلیل: حدیث:۔علی بن ابراھیم عن ابیه عن حماد عن حرین عن ابی عبدالله علیه السلام قال اذا هلک الرجل وترک بنین فللاکبر السیف والدرع والخاتم والمصحف فان حدث به حدث فللاکبر منهم[36]

اہل السنت کے نزدیک میت کے ترکہ میں اس کے تمام اولاد کا حصہ ہے اور ان میں ترکہ سورۃ النساء کی آیت کے مطابق تقسیم ہوگا اس میں بڑے یا چھوٹے بیٹے کا کوئی امتیاز نہیں ہوگا۔

اگر وہ اکیلا ہے تو بطور عصبہ کل ترکے کا وارث ہے اور اگر اس کے ساتھ کوئی ذی فرض ہے تو ان کا حصہ دینے کے بعد جو ترکہ باقی ہو سارا اس کو ملے گا۔

دلیل: عن ابن عباس رضی الله عنه عن النبی ﷺقال الحقوا لفرائض باهلها فما بقی فهو لاولی رجل ذکر[37]

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' حصے حصہ دار کو پہنچا دو اور جو باقی بچے وہ قریبی رشتہ دار مرد کے لئے ہے''۔

اگر اس کے ساتھ میت کی بیٹیاں بھی ہیں تو ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے تحت بیٹے کو دو اور بیٹی کو ایک حصہ دیا جائے گا۔

مسئلہ 6

بیٹا	بیٹی
عصبہ	عصبہ
4	2

تفریق 3:۔بیوی کی وراثت

اہل تشیع کے نزدیک عورتوں کو ان کے شوہر کی وراثت میں اولاد کی عدم موجودگی میں ربع اور اولاد کی موجودگی میں ثمن ملے گا لیکن ان کو مکان کی لکڑیوں اور دیگر آلات میں قیمت سے حصہ دیا جائے گا اور زمین اور دیگر جائیداد غیر منقولہ سے اس کو وراثت نہ ملے گی۔

اہل تشیع کے دلائل

(1) استبصار میں امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ عورت مرد کے مکان کی لکڑیوں وغیرہ کی وارث ہوگی اس کی زمین کی وارث نہ ہوگی، تو محمد بن مسلم راوی حدیث نے وجہ پوچھی کہ کیسے ؟فرع کی وارث ہے اور اصل کی نہیں، تو فرمایا کہ وہ نسب کے لحاظ سے مرد کی وارث نہیں ہے بلکہ وہ تو دوسری قوم سے آئی ہے لہذا وہ فرع کی وارث ہوگی نہ کہ اصل کی کیونکہ وہ خود اس کی اصل کی نہیں بلکہ فرع کی وارث ہے للہذا اس کی وراثت بھی فرعی ہوگی اس لئے تاکہ اس عورت کی وجہ سے کوئی دوسرا ان کی جائیداد میں وارث نہ بن جائے۔

(2) الحسین بن معلی بن محمد عن الحسن بن علی بن حماد بن عثمان عن ابی عبد الله علیه السلام انما جعل المرءة قیمة الخشب والطوب لئلایتزوجن فیدخل علیهم من یفسد مواریثهم[38]

"بروایت حماد بن عثمان آپ ﷺ نے فرمایا عورت مکان کی لکڑیوں وغیرہ سے وارث ہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ کسی اور جگہ شادی کرے تو پھر اس کی وجہ سے اس کے پہلے شوہر کے ورثاء کے مال میں اس کے پچھلے لواحقین شامل ہو کر ان کی میراث کو فاسد کردیں گے"۔

(3) "موسیٰ بن بکر کہتا ہے میں نے زرارہ سے دریافت کیا کہ بکیر سے روایت ہے، حضرت امام باقر نے فرمایا عورت اپنے شوہر کے گھر کی زمین بلکہ جملہ زمینوں کی وارث نہیں ہوسکتی ہاں اگر مکان میں درخت یا لکڑیاں ہوں تو اس کو اپنا حصہ ان کی قیمت سے دیا جائے گا اور نفس

زمین میں سے اس کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ یہ سن کر زرارہ نے کہا واقعی ایسا ہی ہے اور اس میں ذرا شک نہیں ہے"۔[39]

بہر حال شیعہ کتب میں اس قسم کی روایات بہت زیادہ ہیں کہ عورت مرد کے ترکہ سے زمین کی وارث نہیں ہو سکتی باقی تمام اس کی متروکہ چیزوں کی وارث ہوتی ہے اور اس کی وجہ خود آئمہ طاہرین نے بیان کی ہے۔احادیث معصومین میں مطلقاً عورت کو شوہر کی زمین کی وراثت سے محروم کیا گیا ہے اس میں فرق نہیں کہ عورت صاحب اولاد ہو یا نہ ہو۔چونکہ احادیث متواترہ اس باب میں وارد ہو چکی ہیں لہذا قرآن کے عمومی حکم کے لئے یہ باعث تخصیص ہو گی اور چونکہ مرد کے بارے میں اس قسم کے احادیث وارد نہیں لہٰذا قرانی حکم اپنے عموم پر باقی رہے گا۔اور عورت کا مرد کے زمین میں وارث نہ ہونا یہ صرف مذہب شیعہ کا فتویٰ ہے اور اس کے مختصات میں سے ہے۔

اہل السنت والجماعت کا موقف

اہل السنت والجماعت کے نزدیک بیوی کو اولاد کی موجودگی میں 1/8 اور اولاد کی غیر موجودگی میں 1/4 حصہ ملے گا۔

دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ﴾[40]

"اور بیویوں کے لئے ترکہ کی چوتھائی ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو ،اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کے لئے تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ہے"۔

احادیث سے استدلال

(1)عن علی فی امراءۃوابوین قال من اربعۃ للمراءۃ الربع وللام ثلث مابقی ومابقی فللاب[41]

سیدنا علی سے مروی ہے کہ انہوں نے بیوی اور والدین کے متعلق کہا،بیوی کے لئے چار حصوں میں سے چوتھائی حصہ ہے،اور ماں کے لئے بقیہ مال کا تہائی حصہ ہے اور بقیہ باپ کے لئے ہے۔

(2)ان عثمان بن عفان قال فی امرءة وابوین للمرءاة الربع وللام ثلث مابقی[42]

''سیدنا عثمان بن عفان نے بیوی اور والدین کے متعلق کہا کہ بیوی کے لئے چوتھا حصہ ہے اور ماں کے لئے باقی مال کا تہائی ہے''۔

اور اس میں جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کی کوئی قید نہیں ہے۔

تفریق4:۔عصبات

عصبہ: عصب کی جمع ہے واحد، جمع مذکر مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کی جمع الجمع عصبات ہے اور مصدر عصوبۃ بمعنی گھیرنا، احاطہ کرنا۔چونکہ عصبہ بھی میت کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے مثلاً اوپر ابوت، نیچے بنوت، ایک طرف اخوت اور دوسرے طرف عمومت اس لئے اسے عصبہ کہتے ہے۔

اصطلاحی تعریف: میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کا حصہ قران و حدیث میں متعین نہیں ہے بلکہ وہ تنہا ہونے کی صورت میں تمام اور ذوی الفروض کی موجودگی میں باقی ماندہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں عصبہ کہلاتے ہیں۔[43]

اہل تشیع کے نزدیک تعصیب باطل ہے

قرآن مجید میں ورثاء کے جو حصے مقرر ہیں ان کو فرض سے تعبیر کیا گیا ہے۔اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''یعنی اللہ کی کتاب میں رشتہ داروں میں بعض بہ نسبت دوسرے بعض کے اولی ہوا کرتے ہیں''۔

اس آیت کی روسے جو فرض سے بچا ہو قریبوں پر تقسیم ہوتا ہے، اور اس کو رد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اور اس آیت کی روسے علماء امامیہ تعصیب کو باطل جانتے ہیں۔یعنی یہ کہ فروض سے جو کچھ بچ جائے وہ دوسرے وارثوں کو دیا جائے جنہیں عام اصطلاح میں وارثان بازگشت سے تعبیر کیا جاتا ہے شیعہ کے نزدیک یہ باطل ہے کیونکہ اقرب کی موجودگی میں ابعد کسی صورت میں وارث نہیں بن سکتا۔[44]

دلیل:﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾

یہ آیت واضح دلیل ہے۔پس حق یہ ہے کہ فرض کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ بحق قرابت انہی پر رد ہوگا کیونکہ وہی زیادہ قریبی ہیں۔

اہل السنت والجماعت کے نزدیک تعصیب جائز ہے۔عصبات، میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کا حصہ قران و حدیث میں متعین نہیں ہے بلکہ وہ تنہا ہونے کی صورت میں تمام اور ذوی الفروض کی موجودگی میں باقی ماندہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں

دلیل حدیث(1): عن ابن عباس رضی الله عنه عن النبی ﷺقال الحقوا لفرائض باهلها فما بقی فهو لاولی رجل ذکر[45]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' حصے حصہ دار کو پہنچادو اور جو باقی بچے وہ قریبی رشتہ دار مرد کے لئے ہے''

حدیث(2):حدثنی الضحاک بن قیس ان عمر قضی فی اهل طاعون عمواس انهم کانوا اذا کانوا من قبل الاب سواء فبنوالام احق واذا کان بعضهم اقرب من بعض باب فهم احق بالمال[46]

''ضحاک بن قیس بیان کرتے ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طاعون، عمواس(یا زمانہ اسلام میں طاعون) والوں میں فیصلہ کیاکہ جب وہ باپ کی طرف سے برابر کے رشتہ دار ہوں توماں کی اولاد مقدم ہوگی۔اور جب کوئی،دوسرے سے باپ کے زیادہ قریب ہوتو مال کے وہی زیادہ حقدار ہیں''۔

حدیث(3): ''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سعد بن الربیع کی بیوی آکر رسول اللہ سے کہنے لگی یہ سعد بن الربیع کی دو بیٹیاں ہیں جن کے والد آپ کے ساتھ احد میں شہید ہوئے ان کے چچا نے ان کے مال پر قبضہ کرکے ان کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ آپ ﷺ نے فرمایااس مسئلے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گاتو میراث کی آیت نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے ان کے چچا کے پاس پیغام بھیجااور فرمایا سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دے دوان کی ماں کو آٹھواں دے دو جو باقی رہ جائے وہ آپ لے لو''[47]۔

اس حدیث سے بھی عصبات کو ترکہ دینے کا ثبوت ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سعد بن ربیع کے بھائی کو ذوی الفروض کی موجودگی میں ان سے رہا ہوا مال بطور عصبہ دے دیا۔

تفریق5:۔عول

لغوی معنی: زیادتی، غلبہ "عال المیزان" اس وقت کہا جاتا ہے جب ترازو کا ایک پلڑا جھک جائے۔

اصطلاح میراث میں حصص مخرج سے بڑھ جانے کی صورت میں مخرج کے اجزاء میں اضافہ کرنا اس کو عول کہتے ہے۔

اہل تشیع کے نزدیک جس طرح تعصیب باطل ہے اس طرح عول بھی باطل ہے۔یعنی جب متعین شدہ فروض قرآنی اصل ترکہ کے واجب تقسیم عدد سے بڑھ جائے تو عول کے قائل یہ کہتے ہیں کہ عدد واجب التقسیم پر اسی قدر حصص بڑھا دیئے جائیں جتنوں کی کمی پڑی ہے پھر ہر صاحب کو اس کا معین حصہ دیا جائے اور اس صورت میں ہر وارث پر اپنی حیثیت سے کمی وارد ہو گی۔

دلیل: شیعہ حضرات عول کے بطلان کے اس لئے قائل ہیں کہ وہ کہتے ہیں اس صورت (عول) میں خدائے دانا وبینا کے علم پر اعتراض وارد ہو گا کہ اس نے اپنی کتاب میں ایسے حصے کیوں مقرر فرمادیئے جبکہ حساب کے لحاظ سے عدد واجب التقسیم میں گنجائش ہی نہیں تھی اسی بناء پر علمائے امامیہ کے نزدیک عول باطل ہے۔

اہل تشیع کے نزدیک اس کا حل یہ ہے کہ ہر وارث جس کا حصہ قرآن میں مقرر ہوا گر کسی وجہ سے وہ حصہ نہ مل سکے اور اس کا متبادل حصہ مقرر ہو جسے ماں، اولاد کی غیر موجودگی میں ثلث اور موجودگی میں سدس، یا شوہر اور بیوی، تو ان کو مقدم سمجھا جائے گا ان کے حصص میں کمی نہ ہو گی۔اگر کسی کا حصہ مقرر ہے کسی وجہ سے نہ مل سکے اور اس کے متبادل دوسرا حصہ نہیں ہے بلکہ باقی ماندہ ملے گا تو اس کو مؤخر سمجھا جائے گا اس کے حصہ میں کمی کر کے ترکہ تقسیم کیا جائے گا[48]۔مثلاً

مسئلہ 6: شوہر	دو بہنیں

1/2	2/3
3	3

اہل السنت والجماعت کے نزدیک عول جائز ہے۔

یعنی کمی کسی ایک یا دو وارثوں کے ترکہ میں نہیں ہو گی بلکہ سب وارثوں کے حصص پر ترکہ پھیلا دیا جائے گا اور مخرج کے اجزاء کو بڑھایا جائے گا۔ مثلاً

مسئلہ 6: شوہر	عول 7: دو بہنیں
1/2	2/3
3	4

دلیل: شریح بن حارث کہتے ہے کہ ان کے پاس والدین، دو لڑکیوں اور شوہر کے متعلق جھگڑا ہو گیا تو انہوں نے اس میں فیصلہ کر دیا شوہر اس کی شکایت کرتا ہوا مسجد میں آیا تو عبداللہ بن رباح نے ان کے پاس آدمی بھیجا اور اسے پکڑ کر شریح کے پاس بھیجا اور کہا آپ اسے کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ مجھے ظالم سمجھتا ہے اور میں اسے فاسق سمجھتا ہوں یہ اپنی شکایت ظاہر کرتا ہے اور باقی فیصلہ چھپاتا ہے اس آدمی نے ان سے کہا آپ دو لڑکیوں، والدین اور شوہر کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا شوہر کے لئے تمام مال سے چوتھائی، والدین کے دو چھٹے حصے اور باقی دونوں لڑکیوں کے لئے۔ اس نے پھر کہا آپ نے مجھے کیوں کم دیا، اس نے کہا میں نے تمہیں کم نہیں دیا تمہیں اللہ نے کم دیا ہے دونوں لڑکیوں کا دو تہائی، والدین کے دو چھٹے اور شوہر کا چوتھائی ہے لہٰذا تیرے فریضہ میں عول ہوا ہے[49]۔

صورت مسئلہ یوں ہے۔

مسئلہ 12 عول 15

شوہر	ماں	باپ	دو بیٹیاں

2/3	1/6	1/6	1/4
8	2	2	3

حضرت علی اور مسئلہ عول

سیدنا علیؓ کوفہ کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ کسی عورت نے آکر مذکورہ بالا مسئلے کا حل پوچھا سیدنا علیؓ نے بغیر کسی غور وفکر کے فوراً اس کا حل بتایا۔

سائل نے پوچھا کہ کیا بیوی کا حصہ آٹھواں مقرر نہیں ہے؟ لیکن اس صورت میں جب بیوی کو 27 میں سے تین ملے تو اس کو آٹھواں کہاں سے ملا؟ 24 میں تین آٹھواں ہے مگر 27 میں تین کم آتا ہے۔ آپؓ نے جواب دیا "صار ثمنھا تسعا" اس کا آٹھواں حصہ عول کر کے نواں بن گیا اور خطبہ جاری رکھا۔ لوگ آپؓ کی ذہانت سے تعجب کر گئے۔ چونکہ یہ مسئلہ منبر پر آپؓ سے پوچھا گیا اور منبر پر ہی آپؓ نے فوراً جواب دیا اس لیے مسئلہ منبریہ کہلاتا ہے اور اس میں بیوی کا آٹھواں حصہ پھیل کر نواں بن جاتا ہے اس کو عول کہتے ہیں اور حضرت علیؓ کے نزدیک عول جائز ہے۔ [50]

صورت مسئلہ یوں ہے۔

مسئلہ 24 عول 27

باپ	ماں	دو بیٹیاں	بیوی
1/6+عصبہ	1/6	2/3	1/8
4	4	16	3

تفریق 6: نواسوں کی وراثت

اہل تشیع کے نزدیک اگر میت کے بیٹے، بیٹیاں موجود نہ ہوں بلکہ ان کی اولاد موجود ہوں اور میت کے والدین موجود ہوں تو والدین کو چھٹا، چھٹا دیا جائے گا اور باقی پوتوں اور نواسوں میں ایک اور دو کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔ یعنی پوتے اپنے باپ کا حصہ لیں گے اور نواسے اپنی

ماں کا حصہ لیں گے اور ان کی باہمی تقسیم مرد وعورت کی ایک اور دو کی نسبت سے ہو گی اور اگر صرف نواسے اور نواسیاں ہوں تو میت کے والدین (ماں، باپ) کا حصہ نکالنے کے بعد اگر یہ ایک لڑکی کی اولاد ہو تو ان کو کل جائیداد کا نصف 1/2 حصہ بطور فرض ملے گا اور باقی ماں اور ان پر ان کے سابقہ حصص کی بناء پر ماں، باپ اور ان پر حق قرابت کے لحاظ سے رد ہو گی۔

دلیل:۔احمد بن محمدعن الحسین بن محبوب عن سعد بن ابی حلف عن ابی الحسن الاول قال بنات البنت یقمن مقام البنات اذالم یکن بنات ولاوارث غیرھن وبنات الابن یقمن مقام الابن اذالم یکن للمیت ولدولاوارث غیرھن[51]

مسئلہ 6 رد 1

ماں	باپ	نواسی
1/6	1/6	1/2
1	1	3

اور اگر دو لڑکیوں کی اولاد یا زیادہ کی اولاد ہو گی تو ماں، باپ کے حصوں کے بعد کل جائیداد میں سے ان کو دو تہائی ملے گا اور آپس میں حسب حصص تقسیم کریں گے۔

مسئلہ 6

ماں	باپ	نواسے ایک بیٹی سے	نواسی دوسری بیٹی سے
1/6	1/6	دو تہائی	
1	1	4	
		2	2

اہل السنت والجماعت کے نزدیک جب میت کے ماں، باپ موجود ہوں تو ان میں سے ماں کو ثلث کل ملے گا، باپ کو عصبہ کی حیثیت سے باقی ماندہ ترکہ دیا جائے گا اور نواسہ چونکہ ذوی الارحام میں آتا ہے تو وہ محروم ہو گا کیونکہ جب ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی رشتہ دار

موجود ہو تو ذوی الارحام محروم ہوتے ہیں یہاں بھی چوں کہ ذی فرض اور عصبہ موجود ہیں تو نواسے محروم ہوں گے۔

دلیل:﴿ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَہٗۤ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ ﴾یعنی "اگر کوئی اولاد نہ ہو اور میت کے والدین وارث ہوں تو اس کی ماں کو کل مال کا تہائی حصہ ملے گا"۔

اس آیت میں باپ کا حصہ بیان نہیں کیا گیا اس سے سمجھا گیا کہ اولاد کی عدم موجودگی میں ماں کو ثلث دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ باپ کو ملے گا یعنی باپ عصبہ محض ہو گا۔

دلیل:۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺقال الحقوا لفرائض باھلھا فما بقی فھو لاولی رجل ذکر[52]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حصے حصہ دار کو پہنچادو اور جو باقی بچے وہ قریبی رشتہ دار مرد کے لئے ہے"۔

خلاصہ بحث

اہل تشیع اور اہلسنت والجماعت کے مابین مسائل میراث میں بعض مسائل تو ایسے ہیں جن میں کوئی تفریق نہیں اور دونوں جماعتوں میں ایک جیسے ہیں۔ لیکن شیعہ کتب احادیث اور تفاسیر میں بہت سے مسائل میراث ایسے ملتے ہیں مثلاً اہل تشیع کا بیٹی کی عدم موجودگی میں نواسوں کو وارث بنانا، بڑے بیٹے کو متعین حصہ دینے کے ساتھ ساتھ مخصوص اشیاء کا وارث بنانا، اور صرف بیٹیاں وارث ہوں تو ان کو مقررہ حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ مال ان پر رد کرنا اور عصبات کو محروم کرنا اور عول اور تعصیب کا بطلان وغیرہ اور بعض دوسرے ایسے مسائل ہیں جو کہ اہلسنت والجماعت کے مسائل میراث اور قرآن و حدیث کے دلائل سے بالکل متفرق ہیں۔ پس درج بالا بحث کا مقصد ہے کہ ورثاء کے حصص تو اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائے ہیں جن میں ترمیم اور تبدیلی کا کوئی بھی مجاز نہیں ہے لیکن اہل تشیع کے اختلاف کو سامنے لا کر ہم مسائل میراث کے حل کے لئے

قرآن وسنت کے دلائل کو سامنے رکھ کر ان سے استفادہ کریں تو دین کی اصل روح پر ضرب نہیں آئے گی بلکہ مقاصد تک رسائی میں آسانی ہو گی۔

حوالہ جات

1 سورۃ الصآفات، 83۔

2 الصحاح، کتاب العین، ج2، ص 191۔

3 انوار النجف فی اسرار المصحف، علامہ حسین بخش جاڑا، ج4، ص 36، 135، مکتبہ انوار لنجف دریا خان ضلع بھکر۔

4 نفس مصدر۔

5 انوار النجف، ص136۔

6 علامہ محمد یوسف دار الافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

7 سورۃ النساء، 4:11۔

8 سورۃ النساء، 4:12۔

9 سورۃ النساء، 4:176۔

10 ابو محمد، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، سنن دارمی، کتاب الفرائض، باب ج2، ص 587، حدیث 3030، انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور۔

11 سورۃ الانفال، 75۔

12 سورۃ النساء، 4:7۔

13 سنن دارمی، ص584، حدیث 3020۔

14 سنن دارمی، ص606، حدیث 3093۔

15 انوار لنجف، ص، 121۔

16 انوار النجف، ص، 122۔

17 نفس مصدر۔

18 اللاحم، عبدالکریم بن محمد، الفرائض: 2/1، وزارۃ الشئون الاسلامیہ والاوقاف والدعوۃ والارشاد۔ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔

19 القرافی، احمد بن ادریس، الذخیرۃ 30/13، دار الغرب بیروت، 1994م۔

20 الفرائض 2/1۔

21 انوار النجف، ص124۔

22 ابن عطیہ، عبدالحق بن غالب، المحرر الوجیز: 80/2، م۔ن، س۔ن۔

23 سورۃ النساء 4:176۔

24 نفس مصدر۔

25 سورۃ النساء 4:11۔

26 تفسیر القرطبی: 5/63۔

27 نفس مصدر۔

28 امام حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، 4/370 حدیث نمبر (7954) دار الکتب لعلمیہ۔ بیروت، 1411ھ۔ 1990ء۔

29 انوار النجف، ص 131۔

30 النساء، 4:11۔

31 انوار النجف، ص 25۔124۔

32 النساء، 4:11۔

33 انوار النجف۔ ص 124۔

34 الانفال، 75۔

35 سنن دارمی، ص 587: حدیث 3030۔

36 ابو جعفر محمد بن حسن بن علی، الاستبصار فی ما اختلف من الاخبار، باب ما یختص بہ الولد الاکبر اذا کان ذکرا من المیراث، ص 270، مکتبہ سبیل سکینہ یونٹ 8 سندھ کراچی۔

37 سنن دارمی، ص 587، حدیث 3030۔

38 الاستبصار، باب ان لمرءة لا يرث من العقار والارضين شيئامن تربة الارض ولها نصبها من بقية الطوب والخشب والبنيان، ص 273۔

39 انوار النجف، ص 33۔123۔

40 النساء، 12۔

41 سنن دارمی ج 2، حدیث 2913۔

42 سنن دارمی، ص 542، حدیث 2909۔

43 ابو میمون محمد محفوظ اعوان، الاعوان الناجیہ فی الشرح الفرائض السراجیہ، ص 59، جامعہ امام بخاری اہل حدیث سرگودھا پاکستان۔

44 انوار انجف، ص 138۔

45 سنن دارمی، ج 2، ص 587، حدیث نمبر 3030۔

46 سنن دارمی، ج 2، ص 586، حدیث 3025)۔

47 المستدرک علی الصحیحین،370/4حدیث نمبر(7954)۔

48 انوار النجف، ص138۔

49 سنن دارمی، ج2، ص،639، حدیث نمبر3207۔

50 شمس الدین، محمد بن مفلح،الفروع و تصحیح الفروع(8/25) ،موسسۃالرسالۃ،1424ھ۔2003ء۔

51 الاستبصار، باب ان ولد الولد یقوم مقام الولد اذا لم یکن ولد، ص280۔

52 سنن دارمی، ج2، ص587، حدیث نمبر3030۔